

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حروفِ آغاز

مسلمان عورت سے متعلق ایک سوالنامہ کا جواب

سید جلال الدین عمری

معروف دینی و علمی ماہنامہ 'ترجمات القرآن' لاہور کو طوف سے کئی ماہ قبل ایک سوالنامہ موصول ہوا تھا، یہ سوالنامہ موجودہ دور میں ایک دینے دار عورت کے مسائل، عورت کے ساتھ مسلم معاشرہ کی عورتوں، اسلامی تصورات کے اصلاح کو پیشیئے، ائندہ کے توقعات جیسے اہم سوالات پر مشتمل تھا۔ ذیل کے مضامین میں اسے کا جواب دینے کے کوشش کے لئے ہے۔ (جلال الدین)

موجودہ دور میں دین دار عورت کے مسائل اور مشکلات

یہاں پہلے بعض ان مسائل کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے جن سے آج کی مسلمان عورت دوچار ہے۔

مغرب نے جو مسائل پیدا کیے ہیں ان میں بنیادی مسئلہ اس کے فلسفہ حیات کا ہے، اس کا حملہ اتنا زبردست اور اس کا دباؤ اتنا شدید ہے کہ مسلمان عورت کو استقلال اور استقامت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ وہ قدم قدم پر محسوس کرتی ہے کہ یہ پورا فلسفہ اس کی راہ میں مزاحم ہی نہیں بلکہ اسے ایک دوسری ہی سمت میں لے جانا چاہتا ہے۔ اس میں خدا پر ایمان و یقین، اس کی عبادت و اطاعت، رسول کی رسالت، اس کی ہدایت اور راہنمائی اور آخرت کی باز پرس کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ وہ دین کی ان بنیادی حقیقتوں کا انکار کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور ان سے آزاد ہو کر زندگی کی تعمیر چاہتا ہے۔ یہ ایک زبردست ذہنی کشمکش ہے جس سے مسلمان عورت دوچار ہے۔ (یہ کشمکش مسلمان مرد کے لیے بھی ہے یہاں زیر بحث مسلمان عورت کے مسائل ہیں۔ اس لیے صرف اسی کا ذکر ہے)

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مسلمان عورت گھر اور خاندان کو اپنا اصل مرکز توجہ اور حقیقی دائرہ کار سمجھتی ہے۔ مغربی تہذیب اسے اس مرکز سے ہٹانے کی بھرپور کوشش میں لگی ہوئی ہے۔ وہ گھر میں گھس کر اس کے سکون پر حملہ آور ہو رہی ہے اور اسے بے یقینی اور اضطراب میں مبتلا کرنا چاہتی ہے۔ مغرب جن پہلوؤں سے اسلام پر اپنی یورش جاری رکھے ہوئے ہے ان میں اس کے نظام خاندان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ وہ مختلف عنوانات سے یہ بات ذہن نشین کرانا چاہتا ہے کہ اسلامی خاندان عورت کے لیے ایک قید خانہ سے کم نہیں ہے، اس کی بنیاد مرد کے اقتدار پر ہے۔ اس میں عورت کی حیثیت ایک محکوم سے زیادہ نہیں ہے، اس کے حقوق غیر محفوظ اور اس کی ذمہ داریاں بے شمار ہیں، وہ پیدائش سے لے کر شادی تک ماں باپ کی دست نڈ اور شادی کے بعد شوہر کی باندی ہے، اسے جب چاہے طلاق کے دولفظ بول کر گھر سے نکالا جاسکتا ہے، اس کی معاش کا کوئی نظم نہیں ہے اور وہ مرد کے ہاتھ میں مجبور و محبوس ہے۔

خاندانی نظام پر اس فکری یلغار یا لگاتار حملوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان عورت اس نظام ہی سے متنفر ہو جائے، اسے ایک ظالمانہ نظام سمجھے اور اس کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو جائے۔ وہ آگے بڑھ کر ماں باپ سے، شوہر سے اور پورے خاندان سے بغاوت کر دے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عورت کی بغاوت کے بعد خاندان اپنی جگہ قائم نہیں رہ سکتا اور اسے شکست و ریخت سے کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔ خاندان، معاشرہ کا بنیادی ادارہ ہے۔ اسلام آج بھی یہاں بڑی حد تک زندہ اور محفوظ ہے۔ اگر یہ ادارہ ختم ہو جائے تو اجتماعی زندگی کے دوسرے اداروں سے وہ آسانی سے ختم ہو جائے گا مغربی تہذیب یہی چاہتی ہے۔

مغرب میں عورت اور مرد کی مساوات کا ایک خاص تصور پایا جاتا ہے۔ یہ ایک غیر فطری تصور ہے۔ اسی وجہ سے خود مغرب میں اسے پوری طرح اپنایا نہیں جاسکا ہے۔ عورت اور مرد کی صلاحیتوں کا فرق اس میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ لیکن اس تصور کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ یہ تنقید سے بالاتر ہے چنانچہ اس کے خلاف زبان کھولنے کی ہمت بھی مشکل ہی سے کی جاتی ہے۔

مساوات کے اس تصور کے تحت مسلمان عورت کو یہ باور کرانے کی مسلسل کوشش ہو رہی ہے کہ خاندان ہی میں نہیں، اس سے بہت کر زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی

مسلمان عورت سے متعلق سوالنامہ

اسلام اسے مرد کے مساوی درجہ دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اسے وہ حقوق حاصل نہیں ہیں جو بحیثیت ایک انسان کسی مہذب معاشرہ میں ملنے چاہئیں۔ اسے مرد سے کم تر سمجھا جاتا ہے، اس کی شہادت آدھی شہادت ہے، اس کی دیت نصف دیت ہے، وراثت میں اس کا حصہ آدھا ہے۔ ملازمت تجارت اور صنعت و حرفت میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ حکم رانی کے منصب پر وہ کبھی فائز نہیں ہو سکتی۔ مسلمان عورت کی مظلومیت کی یہ داستان دورِ جدید کے طاقت ور ذرائع ابلاغ سے اس زور شور سے سنائی جا رہی ہے کہ دل و دماغ کا اس سے متاثر و مرعوب ہونا تعجب خیز نہیں ہے جبکہ اسلام کا موقف اتنی ہی قوت کے ساتھ سامنے نہیں آ رہا اور ماحول بھی اس کے مخالف ہے۔

مسلمان عورت علمی کشمکش میں بھی مبتلا ہے۔ ایک طرف اس کے خیالات زمانہ کے خیالات سے متصادم، اس کے سوچنے کا انداز معاصر فکر سے مختلف، اس کے ذوق اور دل چسپی کا دائرہ آج کی دنیائے تفریح سے جدا اور دوسری طرف اس کا صوم و صلوة اور عبادات کا پابند ہونا، اخلاقی اقدار پر اس کا اصرار، موجودہ عریاں کلچر اور آرٹ سے اس کی دوری، شرم و حیا کو اس کا زینت سمجھنا، اس کا لباس اور اس کا حجاب یہ سب چیزیں آج کے ماحول میں اسے بالکل اجنبی بنا کر رکھ دیتی ہیں وہ یوں محسوس کرتی ہے جیسے اس کا دم گھٹ رہا ہو اور دین و اخلاق کی صاف ستھری فضا میں وہ سانس لینا چاہے تو بھی نہ لے پا رہی ہو۔ اگر اتفاق سے اور اب یہ محض اتفاق ہی نہیں رہا بلکہ ایک عمومی واقعہ بن گیا ہے، ماں باپ، شوہر یا خاندان کے دوسرے افراد غیر اسلامی ذہن و مزاج کے ہوں تو مسلمان عورت کی کشمکش اپنے گھر ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ یہ کشمکش بڑی سخت ہوتی ہے۔ اپنے قریبی ماحول کے ناسازگار ہونے کی وجہ سے اسے بے شمار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

موجودہ حالات میں ایک مسلمان خاتون جن مسائل سے دوچار ہے ان میں ایک اہم مسئلہ بچوں کی تعلیم و تربیت کا ہے۔ آج علم محض چند طبعی یا فکری معلومات میں اضافہ کا نام ہے۔ ہمارے تعلیمی ادارے طالب علم کو ادبی، سماجی اور سائنسی معلومات تو فراہم کرتے ہیں لیکن ان معلومات کو صحیح رخ نہیں دے پاتے، اس لیے طالب علم کی ذہنی و فکری تربیت نہیں ہوتی اور معلومات کا یہ لوجھ کبھی کبھی دین سے انحراف کا سبب بن جاتا ہے۔ تعلیمی اداروں سے باہر کی دنیا اخلاقی بگاڑ ہی میں اضافہ کرتی ہے۔ بسا اوقات گھر کا ماحول بھی اصلاح و تربیت میں معاون نہیں ہوتا۔

ان حالات میں اسلامی ذہن و فکر رکھنے والی خاتون جب دیکھتی ہے کہ نئی نسل جس میں اس کی اولاد بھی شامل ہے غیر اسلامی افکار کے سیلاب میں بہی چلی جا رہی ہے اور اسے وہ روک نہیں پارہی ہے تو اسے دنیا تاریک نظر آنے لگتی ہے۔ اس کی اس پریشانی اور فکر مندی کا تصور کرنا دشوار نہیں ہے۔

یہ تو بعض مسائل اور دشواریاں ہیں۔ مخالف ماحول میں اس طرح کی دشواریوں کا پیش آنا تعجب خیز نہیں ہے۔ ان کا پیش نہ آنا تعجب کا باعث ہو سکتا ہے۔ ان سے ہر سال ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ مسلمان خاتون اپنے دین و ایمان، خدا سے تعلق اور استغانت اور حکمت و تدبیر سے ان پر قابو پاسکتی ہے۔ اگر وہ اس فیصلہ اور عزم و یقین کے ساتھ کھڑی ہو کہ حق پر قائم رہے گی اور غیر اسلامی ماحول کو بدلنے کی راہ میں جو مشکلات پیش آئیں گی انھیں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرے گی تو اللہ تعالیٰ کی نصرت اسے حاصل ہوگی، رکاوٹیں دور ہوں گی۔ ظلمت شب چھٹے گی اور کامیابی کی سحر طلوع ہوگی۔

مسلم معاشرہ میں عورت کی حیثیت

موجودہ مسلم معاشرہ میں (خاص طور پر برصغیر کے پس منظر میں) عورت کی حالت بڑی ابتر رہی ہے۔ وہ ان حقوق سے بڑی حد تک محروم تھی اور ہے جو اسلام نے اسے عطا کیے ہیں۔ دورِ جاہلیت کی طرح لڑکی کو ایک بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی پیدائش پر خوشی نہیں محسوس کی جاتی بلکہ ماں باپ اور گھر کے لوگوں پر ایک طرح کی افسردگی چھا جاتی ہے، پیدائش کے بعد اس کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی طرف وہ توجہ نہیں کی جاتی جو لڑکوں کے سلسلہ میں کی جاتی ہے، اس کی تعلیم صحیح معنی میں نہ قدیم ہوتی ہے اور نہ جدید، اس کی معلومات کی دنیا خاندان کے طور طریقوں اور رسوم و رواج تک محدود ہوتی ہے، اس کی واقفیت نہ تو قرآن و حدیث کی تعلیمات سے ہوتی ہے اور نہ جدید علوم سے، زندگی کے کسی شعبہ میں اسے وہ بصیرت حاصل نہیں ہوتی کہ دینی اور دنیوی نقطہ نظر سے صحیح اور غلط کا فیصلہ کر سکے، قومی اور بین الاقوامی معاملات سے وہ بے خبر ہوتی ہے، دنیا میں کیا تبدیلیاں آرہی ہیں، کیوں آرہی ہیں اور ان کے پیچھے کیا اسباب و عوامل ہیں ان کا اسے کوئی علم نہیں ہوتا، ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کے بھلے برے سے کٹ کر رہ گئی ہے۔ اس میں شک نہیں اس صورت حال میں کہیں کہیں تبدیلی ضرور آئی ہے اور ہماری

خواتین نے علم کے میدان میں نمایاں ترقی کی ہے لیکن ایک طویل عرصہ سے وہ تعلیم میں اس قدر پیچھے رہی ہیں کہ اس کی تلافی کے لیے ایک لمبی مدت درکار ہوگی۔

اب تعلیم سے بہت کچھ دوسرے معاملات پر غور فرمائیے۔ شادی کے وقت مہر کی بڑی بڑی مقدار طے ہوتی ہے لیکن اس کے ادا کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی، شادی کے بعد اس کی ذمہ داریاں تو بیان ہوتی رہتی ہیں، ان میں وہ ذمہ داریاں بھی شامل ہیں جن کا از روئے شرع کوئی جواز نہیں ہے۔ اس کی عمر کا بہترین حصہ ساس بہو کے جھگڑوں اور سسرال کے غلط سلوک کی نذر ہو جاتا ہے۔ ماحول کی سختی کی وجہ سے اس کی قوت و توانائی ضائع ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ خاندان اور سماج کے لیے مفید خدمت انجام نہیں دے پاتی۔ منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد میں اسے وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے، بیوہ یا مطلقہ ہو جانے پر اس کا دوبارہ نکاح ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس کی پوری عمر بے شوہر کے گزر جاتی ہے۔ ان حالات میں مسلمان عورت کے اندر ایک طرح کی مایوسی کا پایا جانا فطری ہے۔ وہ یہ سمجھتی ہے کہ اسے نظر انداز کیا جا رہا ہے، اس کی کم زوری اور مجبوری کا استحصال ہو رہا ہے، اس کے دینی اور سماجی فرائض اور ذمہ داریوں کا تو ہر طرف چرچا ہے اور ان کے پورے کیے جانے کا مطالبہ بھی شدت سے ہوتا رہتا ہے لیکن اس کے حقوق ادا کرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ یہ احساس عملاً اسے آہستہ آہستہ اسلام سے دور کر رہا ہے۔ اس کے اندر اسلام سے نظرباتی یا فکری بغاوت تو بالعموم نہیں ہے لیکن اسلام سے جس قسم کا تعلق اور وابستگی ہونی چاہئے وہ کم زور ہوتی جا رہی ہے۔ اسے اسلامی معاشرہ میں وہ کوشش نظر نہیں آتی جو اس سے جڑے رہنے اور اسے مستحکم بنانے کے لیے ضروری ہے۔

تحریکات اسلامی کی اصلاحی کوششیں

اسلامی تحریکوں نے اس صورت حال کو بدلنے کی مختلف پہلوؤں سے جو کوشش کی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا بڑی زیادتی ہے۔ اس کے نتیجے میں جہاں تک ان تحریکوں کے اثرات ہیں ایک طرف تو مسلمان عورت کو اس کے اسلامی حقوق مل رہے ہیں۔ دوسری طرف خود مسلمان خواتین کے ایک طبقہ میں دین کا صحیح شعور پیدا ہو رہا ہے، ان میں سے بعض اسلامی جذبات سے سرشار ہیں اور حالات کا مقابلہ کر رہی ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس

کے اثرات بہت محدود ہیں، سماج میں اس سے کوئی بڑی محسوس تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ آج بھی مسلمان عورت اسلام کی واضح تعلیمات سے متصادم اور مخالف ماحول میں زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔

جب اسلام غالب ہوگا

اسلام اور غیر اسلام کی کشمکش کا یہ دور ختم ہونے کے بعد مسلمان عورت، یقین ہے کہ ایک نئی زندگی اور نئی توانائی کے ساتھ میدان عمل میں آئے گی۔ اس کے چند نمایاں پہلو یہ ہوں گے۔ غیر اسلامی افکار و نظریات اس کے لیے اپنی کشش کھو دیں گے۔ ان کے جھوٹے پروپیگنڈے اور کھوکھلے نعروں کی تاثیر ختم ہو جائے گی۔ مسلمان عورت اسلامی فکر کی علم بردار اسلامی سیرت کی حامل اور اسلامی حدود و آداب کی پابند ہوگی۔ اس کی پوری زندگی اسلامی قالب میں ڈھل جائے گی۔

وہ علم کی دولت سے آراستہ، دنیاوی مسائل سے واقف اور دینی بصیرت کی حامل ہوگی اس وجہ سے اسے کسی فکری اضطراب میں مبتلا کرنا اور دین سے پھیرنا آسان نہ ہوگا۔

اسلام نے اسے جو حقوق دیئے ہیں، چاہے ان کا تعلق عائلی زندگی سے ہو یا سیاسی سماجی اور معاشی زندگی سے، وہ ان سب سے بہرہ ور ہوگی اور اس احساس سے دوچار نہ ہوگی کہ اسلامی معاشرے میں بھی اسے ان حقوق کے لیے جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اسے وہ ان کا محافظ پائے گی۔ موجودہ دور کے پرفریب تصور مساوات کی جگہ حقیقی مساوات سے روشناس ہوگی۔ مسلمان عورت کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا بھی احساس ہوگا۔ وہ خانگی ذمہ داریوں کو حق نہیں سمجھے گی بلکہ معاشرہ کی تعمیر میں خاندان کی جواہریت ہے اسے وہ اہمیت دے گی، اسے اسلام کا مضبوط قلعہ بنانے میں شوہر کی معاون ہوگی اور آنے والی نسل کو اسلامی سیرت و کردار میں ڈھالنے کی کوشش کرے گی۔

مسلمان عورت کا ملکی و ملی مسائل سے مضبوط تعلق ہوگا، وہ ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے لیے فکر مند ہوگی اور اس کے لیے مناسب تدابیر اختیار کرے گی۔ اجتماعی زندگی میں موثر کردار ادا کرے گی، رائے مشورہ اور نقد و احتساب میں شریک ہوگی اور جہاں کوئی خامی دیکھے گی اس کی اصلاح کی کوشش کرے گی۔

اسلامی تحریکوں کے لیے بعض توجہ طلب پہلو

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی تحریکوں میں مسلمان خواتین کا جو حصہ ہونا چاہئے وہ نہیں ہے۔ حالانکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری مرد اور عورت دونوں پر ڈالی گئی ہے۔ اسلام کا دعویٰ مقصد بھی ہے اور سیاسی بھی۔ اسلام جس معاشرہ کی تعمیر چاہتا ہے اس کا اس وقت تک تصور نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ دونوں معروف کو قائم کرنے اور منکر کو مٹانے میں نہ لگ جائیں۔ قرآن مجید اس پاک مقصد کے لیے دونوں کے باہم تعاون کو ضروری قرار دیتا ہے یہی حقیقت سورہ توبہ کی اس آیت میں بیان ہوئی ہے۔

ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں	وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ
ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہیں۔	بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ
وہ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے	بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
ہیں۔ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں	الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ
اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے	الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا۔ بے شک	أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ
اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔	حَكِيمٌ (التوبہ: ۷۱)

دور اول کی تاریخ ہمارے سامنے ہے، اللہ کے دین کے قبول کرنے، اس کے لیے تکلیفیں برداشت کرنے اور ہجرت، جہاد اور اسلامی ریاست کے قیام کے مختلف مراحل میں وہ مردوں کے دوش بدوش رہی یہی کردار آج مسلمان عورت کو ادا کرنا چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ کار دعوت کی اہمیت اس کے ذہن نشین کرائی جائے، اس راہ میں قرآنی کا جذبہ اس کے اندر پیدا کیا جائے۔ اسے بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کا ایک بنیادی تقاضا امر بالمعروف ونہی عن المنکر بھی ہے۔ اس کی تکمیل مرد اور عورت کے تعاون ہی سے ہو سکتی ہے معروف کے مننے اور منکر کے پھیلنے پر جو بے چینی ایک دیندار مرد میں ہونی چاہئے وہی ایک دین دار عورت میں ہونی چاہیے۔ اس کے ساتھ شرعی حدود کے اندر اسے ان تمام کاموں میں عملاً شریک کیا جائے جو اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے ضروری ہیں۔

ادارہ تحقیق و تصنیف کی گرانقدر مطبوعات

تصنیف	مصنف	صفحات	قیمت
معراج اسلام و جاہلیت	مولانا صدر الدین اصلاحی	۲۱۶	۲۵/=
صحت و مرض اور اسلامی تعلیمات	مولانا سید جمال الدین عمری	۳۸۸	۴۰/=
اسلام میں خدمتِ خلق کا تصور	"	۱۷۶	۲۵/=
مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ	"	۲۰۰	۳۵/=
اسلام اور مشکلاتِ حیات	"	۸۸	۸/=
فہرست کا اسلامی تصور	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۵۹۱	۱۰۰/=
مشترکہ خاندانی نظام اور اسلام	"	۱۰۲	۲۰/=
عہد نبوی کا نظام حکومت	پروفیسر محمد السین منظم مدنی	۱۲۶	۳۰/=
ایمان و عمل کا قرآنی تصور	الطاف احمد اعظمی علیگ	۲۸۰	۲۵/=
تہذیب - ایک تجزیاتی مطالعہ	ڈاکٹر عبید اللہ فراہی	۲۰۰	۲۵/=
عہد نبوی کے غزوات و سرایا	ڈاکٹر رفیع اقبال	۲۴۷	۲۵/=

ادارہ تحقیق نے اپنے اردو ادرا نگریز کے مطبوعات کے علاوہ دیگر اہم مکتوبات کے علمی و دینی کتب کے فراہمی کا بھی انتظام کیا ہے۔ فہرست کتب ایک خط لکھ کر طلب کی جاسکتی ہے

مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی

پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ